كلامِ احساس

فیاض محمد – شاکر

Last Updated: 04-June-2020

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ ﷺ

کلامِ احساس

فیاض محمد – شاکر

وہ ماں ہے

اسکی فطرت میں کوئی جفاء نہیں ہوتی
وہ ماں ہے جو کبھی بے وفا نہیں ہوتی

دامنِ درد میں لپٹی ہوئی ہے جسکی کہانی
جو اپنے بچوں سے کبھی خفا نہیں ہوتی

اپنے لختِ جگر کی خاطر نہ جانے کیا کیا
اسکے ہونٹوں پر کبھی کوئی شکواہ نہیں ہوتی

انساں کو جاں دیتی ہے اپنی جاں دے کر
گویا اسے اپنی زندگی کی کوئی چاہ نہیں ہوتی

بچوں کا پیٹ بھر جائے بس اسی فکر میں
جسے اپنے نوالوں کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی

بستر مرگ پے کانپتے ہونٹوں سے وہ کہہ گئیں
ماں کی خدمت سے کوئی دنیا تباہ نہیں ہوتی

ماں کو رُلانے والوں دنیا میں سوچ لو ذرا
وہاں جنّت میں انکی کوئی جگہ نہیں ہوتی

اسکی شان و عظمت کا کیسے ہو بیاں شاکر
جسکی رضا بنا جنّت بھی عطا نہیں ہوتی

فیاض محمد - شاکر

یہ کیسی جستجو ہے...؟

تیری بارگاہ سے ہمیں مانگنا بھی نہیں آتا
ہاتھوں کو پھیلائیں ہیں مگر رونا نہیں آتا

یہ کیسی جستجو ہے، یہ کیسا ہے جنوں
زندگی تو ملی ہے مگر جینا نہیں آتا

اے خدا مجھے بھی مدینے کا مسافر بنا دے
منزل تو پتہ ہے مگر راستہ نظر نہیں آتا

سوکھے پتوں کی مانند بکھر رہی ہے زندگی
کیا کروں بہار میں مجھے کھلنا نہیں آتا

جب بھی قدم اٹھایں ہیں جانب منزل مگر
اپنوں سے جدا ہو کر مجھے چلنا نہیں آتا

تیرے احسانوں کا بدلہ ہم کیسے چکائیں یا رب
کیا کروں ادائے شکر کرنا ہمیں نہیں آتا

اس بے خیالی میں شاکر کب تک عمر گزارو گے
کیا گناہوں سے اپنا دامن چڑھانا تمہیں نہیں آتا؟



- - -

فیاض محمد - شاکر

مٹّی ہی تیرا گھر ہے

چاند کو چھونے والے مٹّی ہی تیرا گھر ہے
آسماں پہ اُڑنے والے یہ ادھورا تیرا سفر ہے

اتنا غرور اچھا نہیں دو دِن کی کامیابی پر
دنیا کے اس بازار میں سب کا یہی حشر ہے

دولت کے یہ گھروندے پل بھر میں فنا ہونگے
بے خو ف آتی لہروں کا ساحل پہ یہ اثر ہے

انساں کو موت آتی ہے یہاں خواہش کو نہیں
یہ وہ آگ ہے دل کی جسے ملی لمبی عمر ہے

دنیا بنی ہے جب سے لاکھوں کروڑوں آئے
دو گز زمیں کا ٹکڑا سب کا یہی گھر ہے

بے خوف سوتے ہیں وہ جو اپنی لحد میں
ذکرِ الٰہی میں گزری جسکی ہر اِک صحر ہے

کیا اب بھی اپنی روِش، شاکر نہ بدلو گے؟
اُس سفر آخرت کی پہلی منزِل ہی قبر ہے

فیاض محمد - شاکر

یہ آخری سفر ہے میرا

میری خاک پر وہ آنسوں کیوں بہا رہے ہیں
لگتا ہے اپنا رونا، دنیا کو دکھا رہے ہیں

شانا بہ شانا ساتھ رہے جسکے ہم عمر بھر
آج وہ ہی اپنے شانوں پر مجھے اٹھا رہے ہیں

تا عمر نئے کپڑوں کی آرزو نہ کی میں نے
یہ کونسا لباس آج بن مانگے پہنا رہے ہیں

جسکی خاطر سانس ٹوٹی تھی وہ کہاں تھے ؟
خیر ہو، ہماری نماز کوئی اور تو پڑھا رہے ہیں !

کتنی سستی ہو گئی آج یہ پھولوں کی لڑیاں
کس شان سے وہ میری تربت سجا رہے ہیں

یہ آخری سفر ہے میرا، اے لوگوں الوداع
اب سرِ خم کیے خدا کے حضور جا رہے ہیں

اُف، دو گز زمیں کا ٹکڑا شاکر تمہارا گھر ہے
اب اپنے اعمال کو دیکھ کیوں گھبرا رہے ہیں

فیاض محمد - شاکر

تنکے تنکے سے بنائیں ہیں آشیاں ہم نے

تنکے تنکے سے بنائیں ہیں آشیاں ہم نے
خوابوں سے سجائیں ہیں گلستاں ہم نے

شبنم کی تازگی تو ہر پھولوں کا مقدر ہے
کانٹوں کی قسمت میں دیکھی بربادیاں ہم نے

دبے پاؤں آتی تھیں آوازیں صحر ہونے تک
دیواروں پر دیکھیں کچھ پرچھائیاں ہم نے

غیروں نے مری باتوں کو بڑی دھیان سے سنا
اپنوں کی آنکھوں میں دیکھا طوفاں ہم نے

تھیں بند شیں مسلّط، مسکراتے چہروں پر
پردیس میں جاکر دیئے کئی امتحاں ہم نے

غوطہ کھارہی تھی کشتی مری موجوں میں
طوفانِ وقت میں کھودیے نام ونشاں ہم نے

قافلہ زندگی مرآخموشی سے گزرگیا
سرِراہ بانٹ دیں کئی خوشیاں ہم نے

ذکرِ کیسے بیاں ہو شاکر اپنی حالِ زار کا
اشکوں میں ڈوبی دیکھیں کئی داستاں ہم نے

(فیاض محمد- شاکر)



میں انتظار میں ہوں

ابھی ماں روٹی پکائیگی میں انتظار میں ہوں
اپنے ہاتھوں سے کھلائیگی میں انتظار میں ہوں

عید کا دن ہر سال کیطرح آجاتا ہے لیکن !
وہ نئے کپڑے لائیگی میں انتظار میں ہوں

نہ جانے کتنے فاقے مری خاطر گزار دیے
شاید آج سالن بنائیگی میں انتظار میں ہوں

بھوکے پیٹ بستر پر نیند تو آتی نہیں لیکن !
تھپکیاں دیکر سلائیگی میں انتظار میں ہوں

موج حوادث کی اللہ وہ شام ضرور ہو گی
صبح خیر کی آئیگی میں انتظار میں ہوں

شاکر ! نہ گھبرانا موسمِ خزاں میں کبھی
بہار اک دن چھائیگی میں انتظار میں ہوں

(فیاض محمد- شاکر)

کتاب زندگی کا اک سادہ پنہ ہوں میں



کتاب زندگی کا اک سادہ پنہ ہوں میں
آغاز سے اخیر تک وہ کھلونہ ہوں میں

یہ آزمائش وامتحاں کے دور ہیں میرے
ساحل کی تمنّا ہے جسے وہ سفینہ ہوں میں

آگ میں جل کر ہی مجھ میں نکھار آئیگا
ایسا لگتا ہے کوئی زیور یا سونا ہوں میں

حالات کی چکی میں جو روز پستے ہیں
وہ ماتھے سے ٹپکتا اک پسینہ ہوں میں

تراش کر جسطرح گھر میں سجالیا اس نے
جیسے انگھوٹی میں جڑا کوئی نگینہ ہوں میں

زباں خموش ہے لیکن آنکھوں میں نمی شاکر
یہ کیسی گفتگو ہے جو ہاں یا نہ ہوں میں

- - -

فیاض محمد - شاکر

زندگی کی دھوپ سے ٹکرانا ابھی باقی ہے

زندگی کی دھوپ سے ٹکرانا ابھی باقی ہے
کچھ اور سوالوں کو سلجھانا ابھی باقی ہے

اِک عرصہ، گھر سے دور ہوں لیکن !
کچھ اور وعدوں کو نبھانا ابھی باقی ہے

اِک باغباں کیطرح آشیاں کو سینچا میں نے
کچھ اور پھولوں کو بچانا ابھی باقی ہے

اِک عادت سی ہو گئی اپنی خواہشوں کو مار کر
کچھ اور تمناؤں کو سولی چڑھانا ابھی باقی ہے

اِک لفظ میں درد کا بیاں آساں نہیں ہے شاکر
کچھ اور زمانے کی ٹھوکریں کھانا ابھی باقی ہے

(فیاض محمد۔ شاکر)

مزاجِ وقت

(رباعی)

اُف، پل میں تولہ پل میں ماشا ہوا
سارے زمانے میں یہ کیسا تماشا ہوا
حالت جیسی بھی ہو بدلتی ضرور ہے
وقت جو بھی ملا جیسے تراشا ہوا

بدلتے وقت کے موسم کو ہم کیا کہیں گے
طوفاں سے ہوئی تباہی کو ہم کیا کہیں گے
ٹوٹی ہوئی کشتی دریا میں ڈگمگا رہی ہے
پتوارِ صبر اگر چھوٹا تو پھر ہم کیا کہیں گے

کلائی میں گھڑی پہننا اب میں نے چھوڑ دیا
وقت کو ہر وقت دیکھنا اب میں نے چھوڑ دیا
گر وقت اچھا ہو تو ہر بات اچھی ہے یہاں
لوگوں پر یقیں کرنا اب میں نے چھوڑ دیا

یہ مزاجِ وقت شب و روز بدل جاتے ہیں یہاں
لوگ نقلی ہنسی چہرے پر دکھلاتے ہیں یہاں
کون چلے گا ساتھ یہ وقت ہی بتائے گا شاکر
بیباک رشتوں کا خون کر جاتے ہیں یہاں

- - -

(فیاض محمد- شاکر)



بے وجہہ مسکرانے کی کوشش کر رہا ہوں

بے وجہہ مسکرانے کی کوشش کر رہا ہوں
کچھ اپنا غم چھپانے کی کوشش کر رہا ہوں

وہ میرے حالات سے واقف ہوں یا نہ ہوں
بس اپنا درد مٹانے کی کوشش کر رہا ہوں

جہاں آندھیوں نے بکھیرا ہے مرے آشیاں کو
وہیں اپنا گھر سجانے کی کوشش کر رہا ہوں

یہ وقت کی سازشیں ہیں یا حالات کا تقاضا
جانے کیوں خموش رہنے کی کوشش کر رہا ہوں

اکثر قدم ڈگمگا جاتے ہیں زندگی کی دھوپ میں
بس خود کو ثابت رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں

اُف، کتنے نشیب و فراز شاکر، زندگی میں آ رہے ہیں
روز نئے فتنوں سے لڑنے کی کوشش کر رہا ہوں

(فیاض محمد- شاکر)

ٹکڑوں ٹکڑوں میں بٹا
ہندوستاں دیکھ رہا ہوں

ان خاموش آنکھوں میں طوفاں دیکھ رہا ہوں
آہ میں ڈوبی ہوئی سسکیاں دیکھ رہا ہوں

اب اظہار خیال کرنے سے بھی یہاں ڈر لگتا ہے
ہر دِل سے اٹھتا ہوا دُھواں دیکھ رہا ہوں

آبرو کسی کی جب خاک ہوئی یہاں پر
انسانی شکل میں چھپا حیواں دیکھ رہا ہوں

خوابِ غفلت کی نیند اچّھی نہیں مسلمانوں
بے خطر وچار سو آندھیاں دیکھ رہا ہوں

زرد پتوں کی مانِند خموشیاں پھیلی ہوئی ہیں
عرصے سے چھایا موسمِ خزاں دیکھ رہا ہوں

حالات سدھرنے میں جانے اور کتنا وقت لگے گا؟
بھیڑ میں کھڑے ہر شخص کو پریشاں دیکھ رہا ہوں

اُف، نام مذہب پر یہاں کتنی سیاست ہے شاکر!
ٹکڑوں ٹکڑوں میں بٹا ہندوستاں دیکھ رہا ہوں

(فیاض محمد - شاکر)

بچپن کی بہاریں
چھوٹے اک زمانہ ہوگیا

بچپن کی بہاریں چھوٹے اک زمانہ ہو گیا
مٹی کے گھروندے چھوٹے اک زمانہ ہو گیا

جانے کتنی ٹھوکریں ہیں صحرائے زندگی میں
کسی سائے کو یہاں دیکھے اک زمانہ ہو گیا

شہر کی بھیڑ میں تم نے یہ کیا حالت بنالی
اپنی شکل آئینے میں دیکھے اک زمانہ ہو گیا

ائے بادلوں ذرا تھم کے برسو یہ پیاسی زمیں ہے
یہاں کھیتوں نے بارش کو دیکھے اک زمانہ ہو گیا

یہ ٹوٹا ہوا سفینہ ہے پھر بھی سفر کر رہا ہوں
مری کشتی نے ساحل کو دیکھے اک زمانہ ہو گیا

اُس کشتی کا دریا میں کون ہو گا نگہباں شاکر
کہ جسے مجھدار میں چھوڑے اک زمانہ ہو گیا

(فیاض محمد۔ شاکر)

وقت کے تقاضوں کو اب تمھیں سمجھنا ہو گا

دین وشریعت پر حملہ اور مداخلت پر ایک تازہ کلام ۳-طلاق ، ماب لانچنگ،

وقت کے تقاضوں کو اب تمھیں سمجھنا ہو گا
خواب غفلت کی نیند سے اب تمھیں اٹھنا ہو گا

یہ دُنیا کی مست و بے خود رنگینیاں بھلا کر
دین و شریعت کی ڈگر پہ اب تمھیں چلنا ہو گا

گلشنِ دیں کو ہمیشہ سر سبز رکھنے کے لیے
علمِ دین و شریعت اب تمھیں سیکھنا ہو گا

طلاق ثلاثہ کے مسئلوں میں اُلجھنے سے پہلے
اِسے اہلِ علم سے اب تمھیں سمجھنا ہو گا

یوں بھیڑ کے کتوں سے بچنے کیلئے ہمیشہ
اِک شیر کی طرح یہاں اب تمھیں جینا ہو گا

فقط تسبیح کے دانوں سے یہاں کام نہیں چلے گا
سرِ میداں صف اوّل میں اب تمھیں اترنا ہو گا

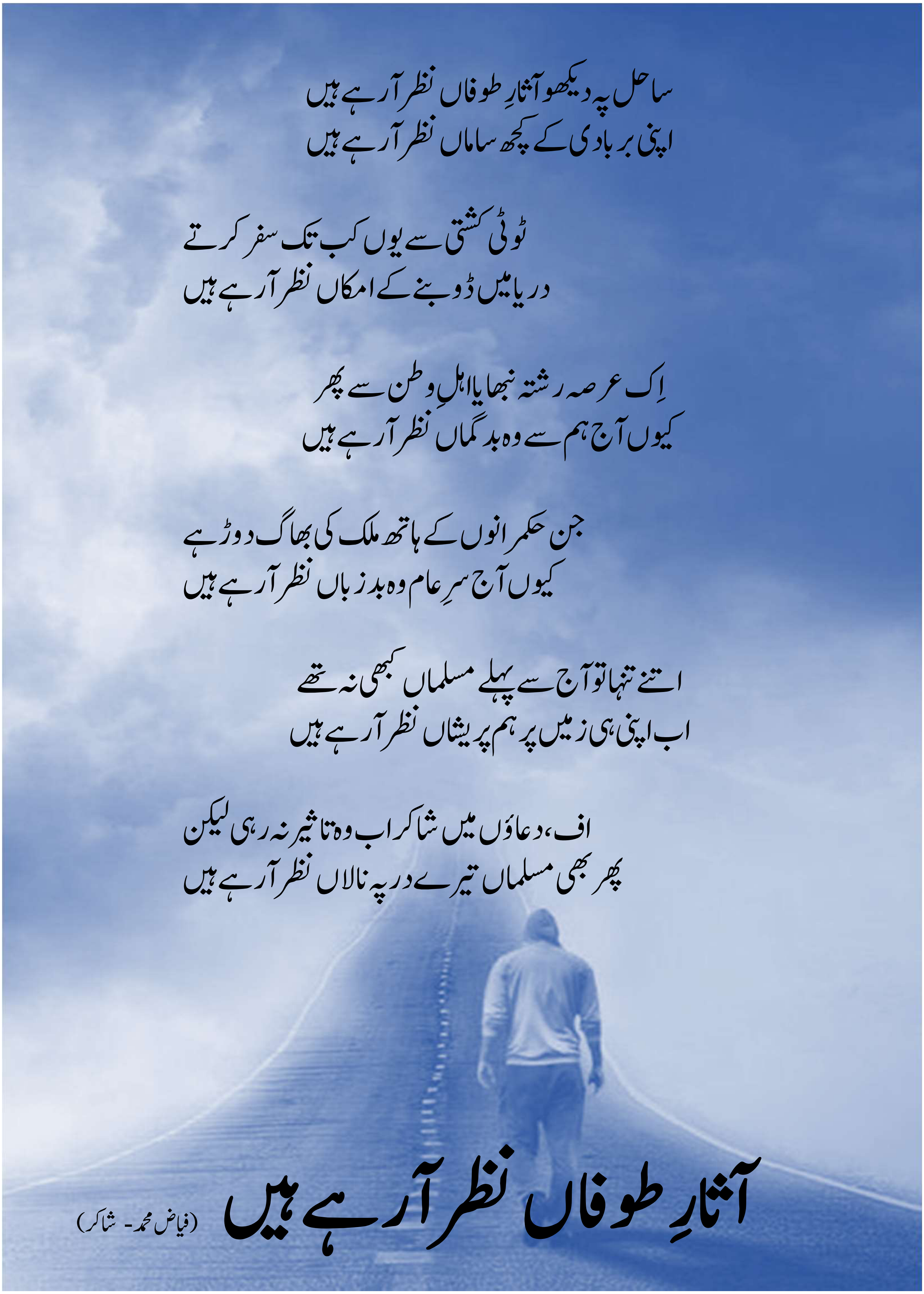
لاکھ مزاج وقت بدل جائے نظروں کے سامنے
خود ہی راہ حق اب تمھیں چلنا ہو گا

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ یہ فرمان حق نشاں ہے
ساری دنیا کو اسکا مطلب اب سیکھنا ہو گا



سدا سر جھکائے رہنا یہ شانِ مومن نہیں ہے شاکر
اِک مرد مجاہد کیطرح یہاں اب تمھیں جینا ہو گا

(فیاض محمد- شاکر)



ساحل پہ دیکھو آثارِ طوفاں نظر آ رہے ہیں
اپنی بربادی کے کچھ ساماں نظر آ رہے ہیں

ٹوٹی کشتی سے یوں کب تک سفر کرتے
دریا میں ڈوبنے کے امکاں نظر آ رہے ہیں

اِک عرصہ رشتہ نبھایا اہلِ وطن سے پھر
کیوں آج ہم سے وہ بدگماں نظر آ رہے ہیں

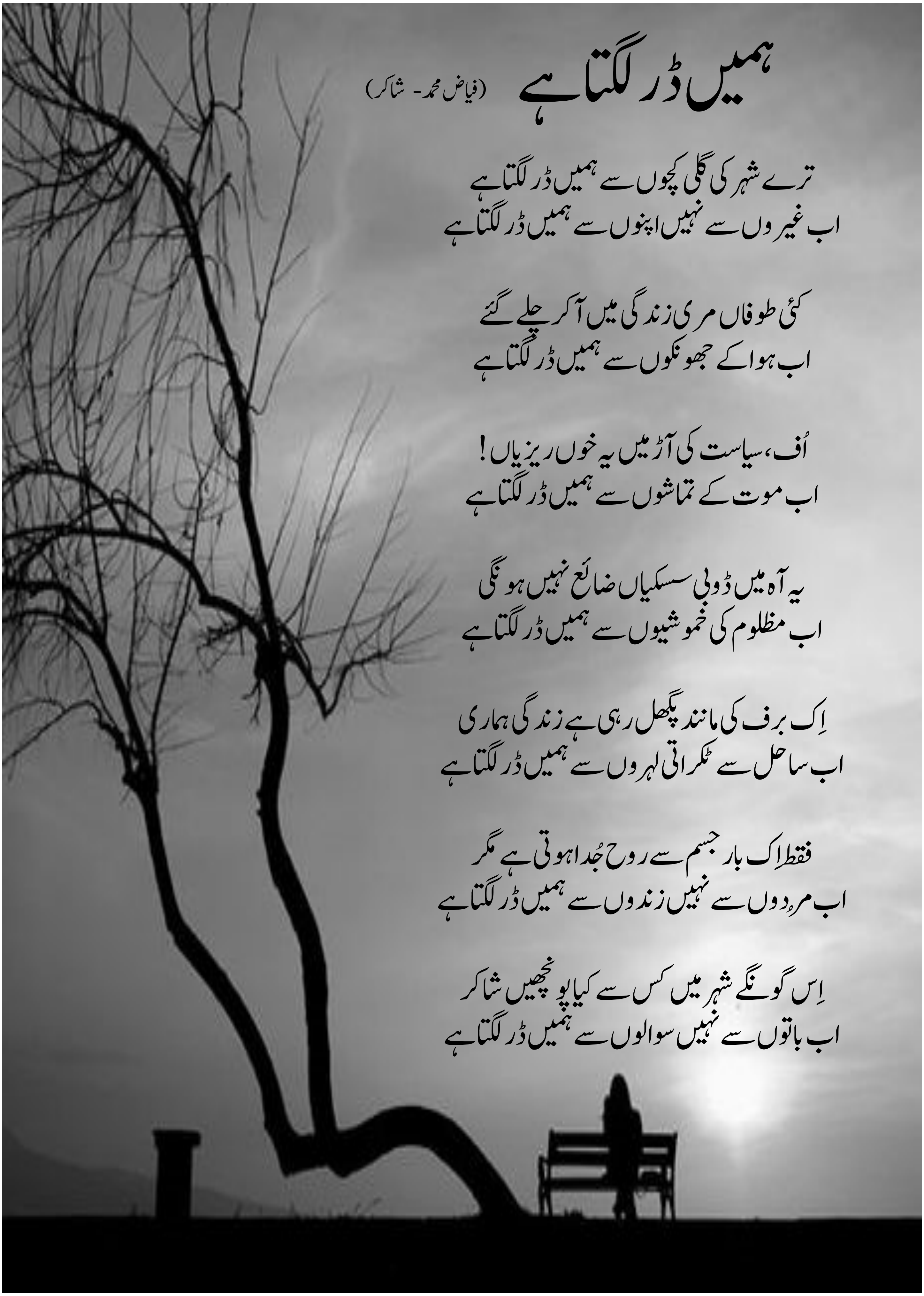
جن حکمرانوں کے ہاتھ ملک کی بھاگ دوڑ ہے
کیوں آج سرِ عام وہ بدزباں نظر آ رہے ہیں

اتنے تنہا تو آج سے پہلے مسلماں کبھی نہ تھے
اب اپنی ہی زمیں پر ہم پریشاں نظر آ رہے ہیں

اف، دعاؤں میں شاکر اب وہ تاثیر نہ رہی لیکن
پھر بھی مسلماں تیرے در پہ نالاں نظر آ رہے ہیں

آثارِ طوفاں نظر آ رہے ہیں

(فیاض محمد۔ شاکر)



ہمیں ڈر لگتا ہے

(فیاض محمد - شاکر)

ترے شہر کی گلی کوچوں سے ہمیں ڈر لگتا ہے
اب غیروں سے نہیں اپنوں سے ہمیں ڈر لگتا ہے

کئی طوفاں مری زندگی میں آ کر چلے گئے
اب ہوا کے جھونکوں سے ہمیں ڈر لگتا ہے

اُف، سیاست کی آڑ میں یہ خوں ریزیاں!
اب موت کے تماشوں سے ہمیں ڈر لگتا ہے

یہ آہ میں ڈوبی سسکیاں ضائع نہیں ہو نگی
اب مظلوم کی خموشیوں سے ہمیں ڈر لگتا ہے

اِک برف کی مانند پگھل رہی ہے زندگی ہماری
اب ساحل سے ٹکراتی لہروں سے ہمیں ڈر لگتا ہے

فقط اِک بار جسم سے روح جُدا ہوتی ہے مگر
اب مردوں سے نہیں زندوں سے ہمیں ڈر لگتا ہے

اِس گونگے شہر میں کس سے کیا پوچھیں شاکر
اب باتوں سے نہیں سوالوں سے ہمیں ڈر لگتا ہے

وطن کی محبت

وطن کی محبت کا مجھ سے امتحاں نہ لو
میں کون ہوں یہ پوچھ کر مری جاں نہ لو

ناز و فخر ہے ہمیں بھی اس سر زمیں پر
یہ مری بھی زمیں ہے اس کا آسماں نہ لو

خون وفا ہماری رگوں میں بھی چھپا ہوا ہے
خدارا ہم سے ہماری یہ تاریخِ داستاں نہ لو

جذبۂ جاں فدا ہے اس خاک دل نشیں پر
یہ جان ہے ہماری ہم سے یہ جہاں نہ لو

سارے زمانے میں ہماری یہی پہچان ہے
اِس زمین ھند سے ہماری یہ پہچاں نہ لو

وطن کی محبت بھی علامتِ ایمان ہے شاکر
واسطہ خدا کا ہم سے یہ ہمارا ایماں نہ لو

(فیاض محمد - شاکر)

یہ میرا بھی ہندوستاں ہے

NRC / CAB_2019
قانون کے خلاف احتجاجی کلام

یہ میری بھی سرزمیں اور میرا بھی آسماں ہے
اب ثابت یہ کرنا ہے یہ میرا بھی ہندوستاں ہے

یہ وقت کی سازشیں ہیں اور حالات پر فتن !
شور ہر طرف برپا ہے یہ میرا بھی ہندوستاں ہے

اُف، میں کون ہوں کیا اب تمہیں بتانا ہوگا؟
یہ نسلِ خونِ جگر یہ میرا بھی ہندوستاں ہے

عمر تمام ہو گئیں جس خاک دل نشیں پر
یہ خاک ہے ہماری یہ میرا بھی ہندوستاں ہے

صاحبِ ایماں کی قبر سے گر کفن ہٹا کے دیکھو
سینے پہ لکھا ملے گا یہ میرا بھی ہندوستاں ہے

داستان ظلم یہ کہہ رہی ہے کہ تم مظلوم زمانہ ہو
اور ظالم یہ کہہ رہا ہے یہ میرا بھی ہندوستاں ہے

کیا رب کے حضور تم نے خود کو رجوع کیا ہے؟
اب رو رو کے کہہ رہے ہو یہ میرا بھی ہندوستاں ہے

غوث و خواجہ کا صدقہ، الٰہی کچھ تو عطا ہو
قرار قلب و جگر ہو یہ میرا بھی ہندوستاں ہے

یہی وقت ہے شاکر حکمِ خدا مانو تو سہی !
ورنہ کہہ نہ سکوگے یہ میرا بھی ہندوستاں ہے

(فیاض محمد - شاکر)

(رباعی) کل جو حیقت تھی

(فیاض محمد- شاکر)

کل جو حیقت تھی آج خواب بن گئی
اِک تاریخ کے پنّوں کی کتاب بن گئی
یہ کس موڑ پر زندگی نے کھڑا کر دیا
کیسے حساب دوں وہ حساب بن گئی

کیسے کیسے آتے ہیں خریدار یہاں
کیا خوب تماشا ہے سرِ بازار یہاں !
کھلونا لیکر بیٹھا ہوں یا کھلونا بن کر
شب و روز بِکتا ہے مرا وقار یہاں

کس قلم سے اپنی داستانِ سوز لکھوں
اِس حالت زار کا کیا نشانِ سوز لکھوں
اشک سیاہی خشک ہو گئی لکھتے ہوئے
کیا ہوا کیسے ہوا، کیا جان سوز لکھوں

بڑی شان سے خریدتا تھا جو گھر کیلئے
آج وہی ساماں بیچ رہا ہوں گھر کیلئے
یہ وقت نے کیسی کروٹ لی ہے شاکر
اب انتظارِ رحمت میں ہوں گھر کیلئے

ہزاروں لوگ ہیں لیکن...

ہزاروں لوگ ہیں لیکن تنہا چل رہا ہوں میں
منزل نظر نہیں آتی لیکن چل رہا ہوں میں

جو قید فانوس میں رہ کر روشنی دیتا ہے
اِک دیئے کی مانند مسلسل جل رہا ہوں میں

شمع لو تھر تھرا رہی ہے بجھنے سے پہلے
یہ شام محفل، اور دھیرے ڈھل رہا ہوں میں

خدا کا واسطہ مرنے سے پہلے مرنے نہ دو
اِک برف جیسے ہر لمحہ پگھل رہا ہوں میں

یہ کونسا طوفاں ساحل پہ دستک دے رہا ہے
بے خوف آتی لہروں سے کیوں دہل رہا ہوں میں

اِک عجیب سا گماں تھا کردار شاکر پر!
شاید کسی پردے سے نکل رہا ہوں میں



(فیاض محمد - شاکر)

فساد (قتل وغارت کا تماشا)

خراج عقیدت: دہلی کے دنگوں میں ہوئے شہیدوں کے نام...

Tribute to Delhi Riots _ Feb-2020

شعلوں میں لپٹی ہوئی دکانیں دیکھ رہا ہوں
نفرت کی اٹھتی ہوئی تلواریں دیکھ رہا ہوں

عداوت کے شعلوں نے یہاں سب کچھ مٹادیا
گھر گھر سے اٹھتی ہوئی آہیں دیکھ رہا ہوں

اینٹوں سے پتھروں سے گھر بنتے ہیں مگر
یہاں زخم کھاتی ہوئی آوازیں دیکھ رہا ہوں

تو کتنی خوں ریزیاں کرے گا زمیں پہ مگر
آسماں سے ہوتی نازل وہ بلائیں دیکھ رہا ہوں

واہ! کیا خوب تماشا لگا ہے سربازار یہاں
ہر طرف بکھری ہوئی لاشیں دیکھ رہا ہوں

اُف، فتنہ فساد جھگڑے کیا حاصل زندگی ہے!
درد و کرب میں سہمی ہوئی راہیں دیکھ رہا ہوں

مذہب کے نام پر وہ کرتے ہیں سیاست یہاں
گھر اک ہے مگر کئی دیواریں دیکھ رہا ہوں

خاکِ وطن اک ہے ہم دونوں میں پھر کیوں؟
تجھ میں تشدد کی وہ نگاہیں دیکھ رہا ہوں

اپنے ہی خون میں لپٹی اولاد کو دیکھ کر
چاک جگر کرتی ہوئی مائیں دیکھ رہا ہوں

اے خدا اک نئی صبح خیر کا آغاز کرادے
اب دم گھونٹتی ملک کی ہوائیں دیکھ رہا ہوں

کیا ختم ہوگا شاکر یہ قتل وغارت کا تماشا؟
اب گلی کوچوں سے اٹھتی ہوئی دعائیں دیکھ رہا ہوں

(فیاض محمد - شاکر)

لمحاتِ زندگی

(فیاض محمد - شاکر)

لمحات زندگی کو ایسے گنوا رہا ہے
جیسے خود ہی کو خودمٹا رہا ہے

اِک برف جیسی پگھل رہی ہے زندگی تری
اور تو زمانے کی خوشیاں منا رہا ہے

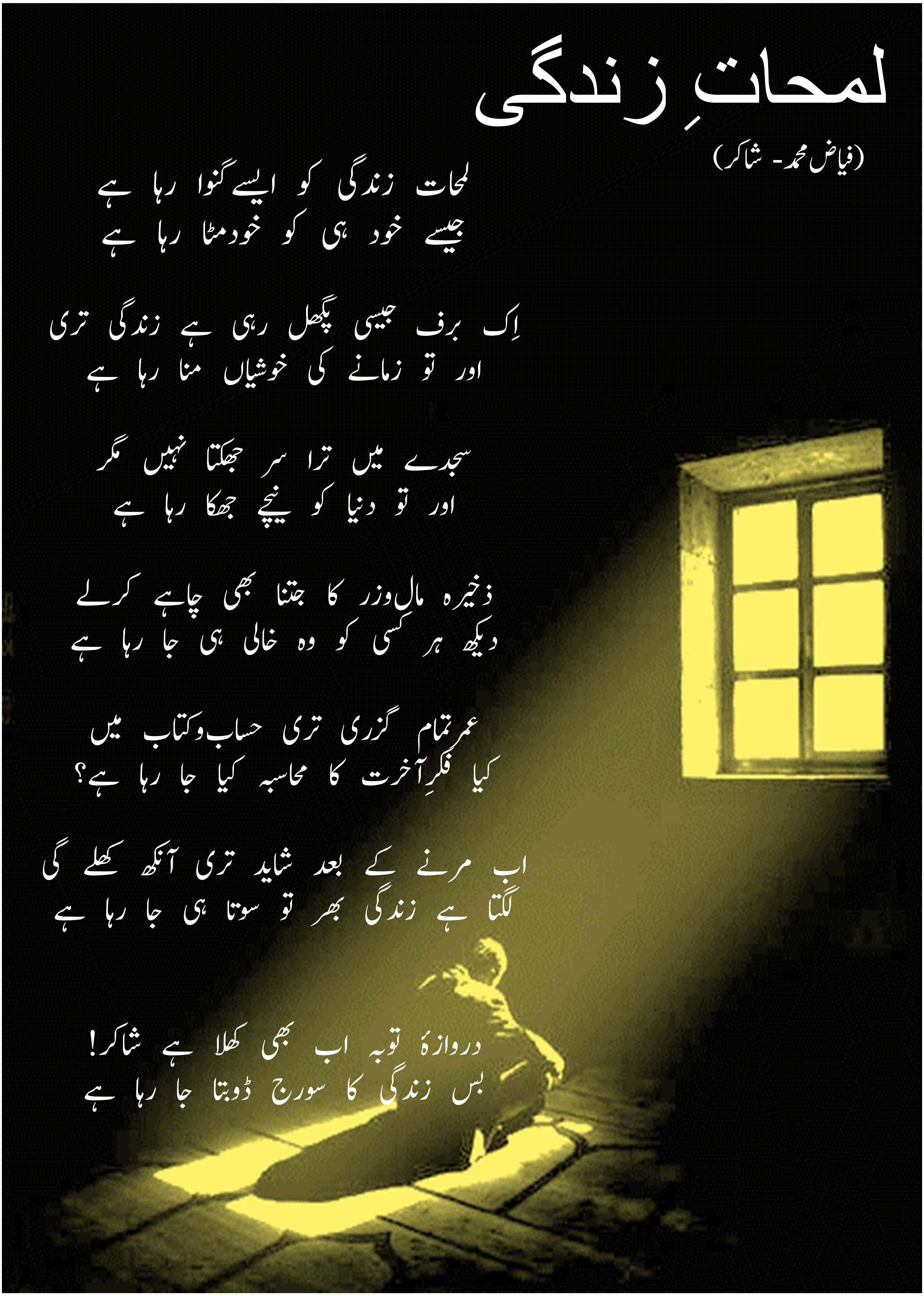
سجدے میں ترا سر جھکتا نہیں مگر
اور تو دنیا کو نیچے جھکا رہا ہے

ذخیرہ مال‌وزر کا جتنا بھی چاہے کرلے
دیکھ ہر کسی کو وہ خالی ہی جا رہا ہے

عمرتمام گزری تری حساب‌وکتاب میں
کیا فکرِآخرت کا محاسبہ کیا جا رہا ہے؟

اب مرنے کے بعد شاید تری آنکھ کھلے گی
لگتا ہے زندگی بھر تو سوتا ہی جا رہا ہے

دروازۂ توبہ اب بھی کھلا ہے شاکر!
بس زندگی کا سورج ڈوبتا جا رہا ہے



کورونا وائرس کا مرض اور حالاتِ حاظرہ



موجِ طوفاں کو قریب آتے دیکھ رہا ہوں
اب سب کچھ اپنا بکھرتے دیکھ رہا ہوں

اِک باندھ بنایا تھا کنارے پر میں نے
اب سامنے اسے ٹوٹتے دیکھ رہا ہوں

کیا اِس آفات و بلا کا احساس نہیں تجھے
اب ہر کسی کو چلتے پھرتے دیکھ رہا ہوں

گھر میں رہکر اس طوفاں سے کیسے بچیں
اب محلوں کے جنازے اٹھتے دیکھ رہا ہوں

اسپتال سے زیادہ راشن کی قطاریں ہیں یہاں
اب زندگی اور بھوک کو لڑتے دیکھ رہا ہوں

نفرت کی سیاست میں مذہب نشانہ بنتے ہیں
اب راستوں پر ہندو مسلم لڑتے دیکھ رہا ہوں

یہ گریہ و زاری سب کی زباں پہ ہے مگر
اب خشک آنکھوں کو روتے دیکھ رہاہوں

حالات سازگار ہونے میں کتنا وقت لگے گا؟
اب شب و روز حوصلے ٹوٹتے دیکھ رہا ہوں

کل کی اذان وقت کو تم تو بھول ہی گئے تھے
اب گلی کوچوں سے اذاں سنتے دیکھ رہا ہوں

فضل خدا ہی شاکر اِس بے بسی کا آسرا ہے
اب دعا میں ہاتھوں کو اٹھتے دیکھ رہا ہوں

(فیاض محمد۔ شاکر)

شکوہ کبھی نہ کرنا

(فیاض محمد - شاکر)

حُکمِ خدا کے آگے شکوہ کبھی نہ کرنا
مؤمن ہو تم ہمیشہ شکوہ کبھی نہ کرنا

کشتئِ زندگی میں آساں نہیں ہیں رستے
صبر تمہیں ہے کرنا شکوہ کبھی نہ کرنا

مؤمن کی زندگی تو ہے شان بے نیازی
شکرِ خدا ہی کرنا شکوہ کبھی نہ کرنا

حقِ بندگی یہی ہے سر کو جھکائے رکھنا
ناکام و ناتواں سہی شکوہ کبھی نہ کرنا

صبرِ حُسین دیکھو میدان کربلا میں
دشمن ہو کوئی کیسا شکوہ کبھی نہ کرنا

رب کی رضا میں راضی ہر پل رہو ہمیشہ
بے جا کبھی نہ کہنا شکوہ کبھی نہ کرنا

جو کچھ ملا خدا سے یہ اسکی کرم نوازش
تو بن جائے اُسکا شاکر شکوہ کبھی نہ کرنا

شمع جلا کے دیکھ

(فیاض محمد - شاکر)

شمع جلا کے دیکھ دھواں کسے کہتے ہیں
آنسوں بہا کے دیکھ ہچکیاں کسے کہتے ہیں

ساحل پہ بیٹھے کرتے ہو باتیں طوفاں کی
سمندر میں آ کے دیکھ طوفاں کسے کہتے ہیں

یوں بے رخی سے مجھ پہ ائے مسکرانے والے
نم آنکھوں سے دیکھ سسکیاں کسے کہتے ہیں

فقط افسانے پڑھنے سے یہ احساس نہیں ہوگا
خود تاریخ بن کے دیکھ داستاں کسے کہتے ہیں

حق تلفی ہو کسی کی یہ شیوۂ مؤمن نہیں
حقِ بندگی تو دیکھ مسلماں کسے کہتے ہیں

گلی کوچوں میں شمشیرِ ہنر بہت آزما لیے
تنہا اتر کے دیکھ جنگ میداں کسے کہتے ہیں

یوں گھر بیٹھے زندگی جینا محال ہے شاکر
ٹھوکریں کھا کے دیکھ کارواں کسے کہتے ہیں